اشاعت: ۱۹۹۵ء۔

۴۔ مُجتبیٰ مینَوی (۱۹۰۳۔ ۱۹۷۷ء) فارسی کے بڑے اسکالر ہیں۔ ان کی عمدہ تالیف: تصحیح کلیله و دمنه (پہلی اشاعت: ۱۹۶۴ء) ہے۔

۵۔ اوحدالدین کرمانی (م ۶۳۵ھ)۔ اوحدالدین کرمانی کا ایک مجموعہ رُباعیات استانبول میں موجود ہے، جس کی تاریخِ کتابت شوال ۷۰۶ھ کی ہے۔ اس مجموعہ کو ۱۲/ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، لیکن معلوم نہیں، یہ خود شاعر کی تقسیم کی ہے یا کسی اور کی؟'' (مقدمہ مختار نامہ، ص ۱۲)

تہذیب وسیاست کی اسلامی قدریں

مولانا سید جلال الدین عمری

آج اسلامی تہذیب کو مغربی تہذیب کے لیے ایک چیلنج سمجھا جا رہا ہے اور اس کی تصویر بگاڑنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کبھی تو اس کے مستقل وجود ہی سے انکار کیا جاتا ہے۔ پیش نظر کتاب میں تہذیب وسیات کی تعمیر میں اسلام کا کردار، سلام، امن وسلامتی کا پیغام، تحائف کی دینی وسماجی حیثیت، اسلام اور اصول سیاست، اسلام اور سیاست، اسلام کا شورائی نظام، مغرب اور انسانی حقوق کی تحریک، اسلام اور انسانی حقوق کی ضمانت جیسے موضوعات پر اسلامی نقطۂ نظر سے گفتگو کی گئی ہے اور بعض سوالات یا اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ یہ مولانا کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے مختلف مواقع پر سپرد قلم فرمائے تھے اور وہ مجلہ تحقیقات اسلامی علی گڑھ میں شائع ہوئے۔ ان کی یکجا ترتیب سے تہذیب و سیاست کے میدان میں اسلام کے نقطۂ نظر کی عمدہ پیرائے میں وضاحت ہوتی ہے اور اس کی تعمیر میں اسلام کا انقلابی کردار نمایاں ہوتا ہے۔ **صفحات: 96 قیمت: 65 روپے**

ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز نئی دہلی 110025

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ 202002

بحث ونظر

اسلامی ریاست میں نظم وضبط کا قیام

ڈاکٹر حافظ محمد منشا طیب

کسی بھی معاشرے میں نظم وضبط کا قیام کلیدی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔اس کی ترقی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب اس میں قانون کی حکم رانی ہو۔عسکری معاملات ہوں یا انتظامی، مالی معاملات ہوں یا معاشرتی ،ان میں نظم وضبط جس قدر زیادہ ہوگا کام یابی اسی قدر یقینی ہوگی۔ وقت کی پابندی، عہد کی پاس داری ،حقوق وفرائض کی ادائیگی ،قوانین کا احترام ،نظم وضبط کے اہم ترین اجزائے ترکیبی ہیں۔کسی بھی ریاست میں ان کی موجودگی ریاست کے استحکام اور معاشرتی ترقی کی ضامن ہے۔ریاستیں اپنے عوام کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لیے مختلف قوانین وضع کرتی اور نافذ کرتی ہیں۔ مغرب کے دانش وروں کی رائے میں کسی بھی معاشرے میں عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کا طریقہ سزاؤں کا نفاذ ہے۔ان کے نقطۂ نظر کے مطابق اسی طریقے سے نظم وضبط کی پابندی ممکن ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سزاؤں کا نفاذ اور قوانین کا اجرا نظم و ضبط کا پابند بنانے کا آخری حربہ ہے۔ اسلامی ریاست نفاذِ قانون سے قبل بہت سے امور کا اہتمام کرتی ہے،جن سے عوام میں نظم وضبط کی پابندی کی خو پیدا ہو جاتی ہے۔

اسلام اور نظم وضبط

معاشرے میں شہریوں کی جان و مال کا تحفظ، امن وامان کی بحالی، عدل و انصاف کی فراہمی اور بنیادی حقوق کی پاس داری وغیرہ معاشرتی نظم وضبط کے زمرے

میں آتے ہیں۔ کسی بھی ریاست میں ان عوامل کی صورت حال جس قدر بہتر یا ابتر ہوگی اس کا نظام اتنا ہی معیاری یا غیر معیاری تصور کیا جائے گا، یعنی ریاست کی کارکردگی کا انحصار اس کے قائم کردہ نظم پر ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی ریاست اس خصوصیت کی حامل ہے کہ اس کی بنیاد ہی نظم وضبط پر ہوتی ہے۔ اسلام نے اجتماعی زندگی کے سلسلے میں ایسے آداب سکھائے ہیں جن سے معاشرے میں لازمی طور پر نظم قائم ہوتا ہے۔ اسلام اپنے متبعین کو اجتماعی زندگی کی لڑی میں پروتا اور انہیں نظم وضبط کا درس دیتا ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات اس طرف توجہ دلاتی ہیں کہ یہ کائنات کسی حادثے کے طور پر وجود میں نہیں آگئی ہے، بلکہ اس کو اس قدر منظم، مرتّب اور منضبط بنانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اسلامی تعلیمات انسان کو اس امر پر غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں کہ زمین وآسمان کی تخلیق اور دن اور رات کے آنے جانے میں ایک خاص نظم موجود ہے۔ نظامِ کائنات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو آشکارا ہوگا کہ یہ لامتناہی اور بیکراں وسعتوں کی حامل کائنات کتنے سلیقے اور نظم وضبط سے بنی ہے اور چلائی جا رہی ہے۔ اس سے انسان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ بھی اپنی زندگی میں نظم وضبط پیدا کرے۔

نظم وضبط کی تربیت

اسلام اپنے پیروکاروں کی اجتماعی زندگی کو نظم وضبط کے سانچے میں ڈھلا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہ متعدد پہلوؤں سے ان کی تربیت کرتا ہے۔ اسلام کا نظامِ عبادات ہو یا سلسلۂ غزوات، انسان کے انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی، ان سب میں نظم وضبط کی تربیت کا پہلو موجود ہے۔

اسلام کا نظامِ عبادات

تمام اسلامی عبادات میں نظم وضبط کی تربیت کا پہلو پایا جاتا ہے۔ مثلاً نماز کو وقت پر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَوْقُوتًا (النساء:۱۰۳)

''نماز قائم کرو، بے شک نماز ایمان والوں پر ہمیشہ سے ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے''

نماز باجماعت کا ہر پہلو ڈسپلن کی منہ بولتی تصویر ہے۔سب لوگ ایک امام کی اقتدا میں ہوتے ہیں اور نماز کے تمام افعال اس کی اقتدا میں ادا کرتے ہیں، نہ اپنی مرضی سے نماز کی ابتدا کرتے ہیں اور نہ اختتام، بلکہ سب کچھ امام کی اقتدا میں ہوتا ہے۔ با جماعت نماز لوگوں کو نظم و ضبط کا پابند بناتی ہے۔ وقت کی پابندی اور امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، دل میں قانون کا احترام پروان چڑھتا ہے اور مساوات کا درس ملتا ہے۔

زکوۃ بھی اسلام کی اہم ترین عبادات میں سے ہے۔ اس کی ادائیگی سے معاشرے کے مفلوک الحال لوگوں کی مدد ہوتی ہے۔ساتھ ہی زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے دل میں مال کی محبت کے بجائے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔وہ ذاتی اغراض سے بالاتر ہو کر معاشرے کے اجتماعی مفاد کو مدِّ نظر رکھتے ہیں۔زکوٰۃ کے نصاب سے لے کر ادائیگی کا وقت اور مقدار سب کچھ مقرر ہے۔

روزے سے متعلق تمام پہلو بھی انسان کے لیے نظم و ضبط کی پابندی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔سال میں مخصوص اوقات میں روزے فرض ہوتے ہیں۔ صبح ایک مخصوص وقت سے لے کر شام غروبِ آفتاب تک انسان کھانے پینے اور دیگر ممنوعات سے اجتناب کرتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر ضبطِ نفس کی مشق ہے کہ جب انسان اللہ کا حکم مان کر مخصوص وقت کے لیے حلال چیزوں سے اجتناب کرتا ہے تو اسی طرح وہ اپنی پوری زندگی میں اللہ کے احکام کا پابند ہوگا۔

حج اسلام کی اہم ترین عبادت ہے۔ اس میں نظم و ضبط کی تربیت کا پہلو دیگر عبادات سے زیادہ ہے۔سال کے مخصوص ایام میں پوری دنیا سے مختلف رنگ ونسل کے

لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، ایک ہی لباس پہنتے ہیں اور ایک ہی صدا بلند کرتے ہیں۔ حج کے تمام اعمال نظم و ضبط اور ڈسپلن کی اہم ترین مشق فراہم کرتے ہیں۔

غزوات میں نظم و ضبط

نظم و ضبط کی اہمیت اگرچہ زندگی کے تمام میدانوں میں ہے، مگر اس کی ضرورت جس قدر عسکری میدان میں ہوتی ہے اتنی شاید ہی کسی اور میدان میں ہو۔ اسلام نے عسکری حوالے سے اپنے ماننے والوں کو جو ہدایات دی ہیں ان میں اہم ترین ہدایت نظم و ضبط کی پابندی ہے۔ نبی کریم ﷺ جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو اس کو مختلف نصیحتیں فرماتے، جن میں سرِ فہرست اطاعتِ امیر کی نصیحت ہوتی۔ اور سب جانتے ہیں کہ اطاعتِ امیر ہی سے نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے محبت کرتا ہے ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو میدانِ جہاد میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہوتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ

(الصّف:۴)

”بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔“

حقوق و فرائض کی تعیین اور نظم و ضبط

کسی بھی قوم میں ذمہ داری کا گہرا احساس اور فرائض کی ادائیگی کا شعور جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر اس میں نظم و ضبط کی پابندی بھی ہوگی، لیکن جب لوگ ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرنے لگیں، ذاتی اغراض کو ترجیح دینے لگیں اور ان پر اجتماعی مفاد کو قربان کرنے لگیں تو معاشرہ زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔

اسلام انسانوں کی اخلاقی تربیت اور معاشرے میں نظم و ضبط کے قیام کا بہت زیادہ اہتمام کرتا ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کے دلوں میں دیانت داری اور روزِ قیامت جواب دہی کا گہرا احساس پیدا کرتا ہے۔ کوئی شخص اپنے حصے کا کام جس

قدر اچھے انداز اور ذمہ داری سے نبھائے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں اتنا ہی سرخ رو اور قوم کی نگاہ میں اتنا ہی معزز ہوگا۔ ارشادِ نبوی ہے:

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِه

"سنو! سب لوگ ذمہ دار ہو اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کی بابت سوال ہوگا۔"

پھر آپؐ نے اس ذمہ داری کی مزید وضاحت ان الفاظ میں فرمائی:

"حکمراں عامۃ الناس کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کی بابت سوال ہوگا۔ ایک عام آدمی اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ عورت اپنے شوہر اور اولاد کی نگراں ہے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ غلام اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس کا جواب دہ ہوگا۔ سنو! ہر شخص ذمہ دار ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کے بارے جواب دہ ہوگا۔"[۱]

اسلام کی یہ ہدایات معاشرے میں نظم و ضبط کو فروغ دینے میں انتہائی اہم ہیں۔ جب ہر انسان اپنی ذمہ داری مناسب طریقے سے ادا کرے گا تو معاشرے کا نظم وضبط مثالی ہوگا۔

سمع وطاعت کی نبوی تلقین

اسلام اپنے متبعین کو اجتماعی طرزِ زندگی اپنانے کی تلقین کرتا ہے اور نظم وضبط اور ڈسپلن کی پابندی کا اہتمام کرواتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی بہت سے مقامات پر اجتماعی خطاب کا طرز اپنایا گیا ہے۔ اسلام باہم جڑ کر رہنے کا حکم دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ مسلمانوں کے معاشرے سے علیحدہ رہنے سے اجتناب کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ[۲]

"جماعت کے ساتھ منسلک رہو اور الگ الگ گروہوں میں منقسم ہونے

سے بچو۔''

معاشرتی نظم و ضبط کی پابندی کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ حکم رانِ وقت کے احکام کی پابندی کی جائے۔ اسی سے معاشرہ میں نظم قائم ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللہِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (النساء:۵۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَطِیْعُوا اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (الانفال:۴۶)

''اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

نبی کریم ﷺ کے فرامین میں بھی بہ کثرت ایسی ہدایات ملتی ہیں کہ اجتماعی نظم و ضبط کی حفاظت کے لیے حکم راں کی ہر حال میں اطاعت کی جائے۔ آپؐ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ یُطِعِ الْأَمِیرَ فَقَدْ أَطَاعَنِی، وَمَنْ یَعْصِ الْأَمِیرَ فَقَدْ عَصَانِی [۳]

''جس نے امیر کی فرماں برداری کی اس نے میری فرماں برداری کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

ان تعلیمات کا خلاصہ اور مقصود یہ ہے کہ مسلمان معاشرتی زندگی میں نظم و ضبط کے پابند رہیں اور حکم راں کی نافرمانی سے گریز کریں۔

بدنظمی اور فتنہ وفساد سے بچنے کی تلقین

اسلام نے جہاں معاشرتی نظم اور حکم راں کی اطاعت کی تلقین کی ہے وہیں بدنظمی اور فتنہ وفساد سے بچنے کی بھی تاکید فرمائی ہے۔جس معاشرے سے نظم وضبط ختم ہو جائے وہاں فتنہ وفساد کی حکم رانی ہو جاتی ہے۔ان حالات میں اسلام اپنے متعین کو فتنہ وفساد سے دور رہنے اور اجتماعی نظم کی پابندی کرنے کا درس دیتا ہے۔قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مسلمانوں کو فساد اور بدنظمی سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور فتنہ وفساد کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ
(القصص:۷۷)

''اور زمین میں فساد مت پھیلاتے پھرو، بے شک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (الاعراف:۵۶)

''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔''

نبی کریم ﷺ نے بھی مسلمانوں کو یہی ہدایت فرمائی کہ وہ اجتماعی نظم ونسق کی پابندی کریں اور بدنظمی اور فتنہ وفساد سے بچیں۔آپؐ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً [۴]

''جس کو حکم راں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے وہ اس پر صبر کرے۔کیوں کہ جو شخص حکم راں کی اطاعت سے بالشت بھر دور ہوا اور اس حال میں اس کی موت ہوگئی تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔''

آپؐ کے اس ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان کو مرتے دم تک معاشرے کے اجتماعی نظم کا ساتھ دینا چاہیے، کیوں کہ بدنظمی ،حکم عدولی اور عدمِ اطاعت سے طوائف الملوکی اور انتشار پیدا ہوتا ہے، جس سے مملکت کم زور ہو جاتی ہے۔آپؐ نے امت کے

افراد کو نظم میں پروئے رہنے کا حکم دیا اور ان کو اس بات کا پابند بنایا کہ وہ اسلامی ریاست کے اقتدارِ اعلیٰ کے استحکام کے لیے امن وسکون سے رہیں اور ان کا رویہ اطاعت شعاری پر مبنی ہو۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

نظم وضبط اور ڈسپلن قائم کرنے کا ایک اہم طریقہ 'امر بالمعروف ونہی عن المنکر' ہے، یعنی نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ یہ اسلامی معاشرہ اور اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (الحج:۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔''

اسلام کی بنیاد ہی معروف پر ہے۔ اسلام معاشرے میں نیکیوں کے فروغ کی تلقین کرتا ہے۔ جب نیکی اور بھلائی کو فروغ ملے گا تو ریاست کے تمام باشندے اپنی زندگیوں کو اسی ماحول میں ڈھال لیں گے، لیکن اگر ایسا نہیں ہوگا اور معاشرے میں برائی راہ پائے گی تو یہ ناسور آہستہ آہستہ اتنا پھیل جائے گا کہ اسے کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا اور معاشرے میں جرائم کا دَور دَورہ ہو جائے گا۔ قرآن نے بار بار امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تلقین کی ہے۔ اس کام کو اس نے ریاست کی ذمہ داری قرار دیا ہے اور بہ حیثیت امت اسے تمام مسلمانوں کے سپرد کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران:۱۱۰)

''تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔''

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ، لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدِ الظَّالِمِ، وَلَيَأْطُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا، أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ قُلُوبَ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ ۵؎

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تمہیں ضرور بالضرور نیکی کا حکم دینا ہوگا اور برائی سے روکنا ہوگا اور ظالم کا ہاتھ پکڑنا ہوگا اور اسے حق پر جھکانا ہوگا، ورنہ اللہ تم میں سے بعض کے دل بعض کے خلاف کر دے گا۔''

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو امت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (التوبۃ:۷۱)

''مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔''

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ سے بھی پہلے ذکر فرمایا ہے۔ اس سے اس عظیم کام کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

عدل کا قیام

اسلامی معاشرے میں نظم وضبط کے قیام کا ایک ذریعہ اسلامی ریاست میں عدل کا قیام ہے۔ قرآن کریم میں اسلامی ریاست کا ایک مقصد قیامِ عدل بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ صٓ میں حضرت داوٗدؑ کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں خلافت سے نوازا تو انہیں عدل قائم کرنے کا حکم دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَاتَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ (صٓ :۲۶)

”اے داوٗدؑ! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، اس لیے تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہش کے پیچھے نہ چلو، ورنہ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔“

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست کے بنیادی مقاصد اور ذمہ داریوں میں یہ بات شامل ہے کہ وہ حق و انصاف کا بول بالا کرے، اس کے تمام عدالتی، انتظامی، معاشی اور معاشرتی فیصلے حق و انصاف پہ مبنی ہوں۔ اگر حق کے ساتھ فیصلہ نہیں ہوگا تو لامحالہ ظلم ہوگا اور ظلم کسی بھی ریاست اور معاشرے کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس ریاست کے حکم ران اور عدالتیں عدل و انصاف قائم نہیں رکھتیں ان کی ہلاکت و بربادی میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ جب نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ایک چوری کرنے والی عورت کے حق میں سفارش کروائی گئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ [۶]

”جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں، انھیں اسی چیز نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کم زور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔“

اس حدیث نے عدل کا دامن چھوڑ دینے کے نقصانات کی پوری تاریخ بیان کر دی ہے کہ پہلی قوموں کی ہلاکت و بربادی کی ایک بنیادی وجہ عدل و انصاف کو چھوڑ دینا تھا۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جب تک عدالتیں عدل کرتی رہیں تب تک ریاست میں امن و سکون اور استحکام رہا، لیکن جب عدالتوں نے عدل کا دامن چھوڑ دیا تو مسلمان ہر طرف ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔ لوگوں نے عدالتوں پر اعتماد کرنے کے بجائے قانون ہاتھ میں لینا شروع کر دیا، جس کا نتیجہ دہشت گردی، ظلم و ستم، معاشی اور معاشرتی انارکی اور انتشار کی شکل میں ظاہر ہوا۔

مسائل سے نمٹنے کے لیے منصوبہ بندی

کسی بھی اہم معاملے کو احسن طریقے سے مکمل کرنے اور اس کی کام یابی کے لیے منصوبہ بندی کی بہت اہمیت ہے۔حکومتی معاملات میں منصوبہ بندی کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ معاشرے میں نظم وضبط اور ڈسپلن کے قیام اور فروغ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ریاست کے ممکنہ وسائل کا تخمینہ لگایا جائے اور مسائل سے نپٹنے کی تدبیر کی جائے۔اس سلسلے میں ہمیں نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے بڑی رہ نمائی ملتی ہے کہ آپؐ نے مدینہ پہنچنے کے بعد وہاں کے مسائل سے عہدہ برآ کے لیے بروقت منصوبہ بندی فرمائی۔ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد قائم ہونے والی ریاست کو بہت سے مسائل کا سامنا تھا، جسے آپؐ نے بہترین منصوبہ بندی سے حل فرمایا۔ مدنی معاشرے میں کیے جانے والے نبوی اقدامات سے ہمیں یہی رہ نمائی ملتی ہے کہ معاشرتی نظم وضبط کو قائم کرنے اور بدنظمی سے بچنے کا بہترین طریقہ منصوبہ بندی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے ابتدائی دور میں ہی مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے کے لیے ان کی مردم شماری کروائی تھی، تاکہ وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ممکنہ مسائل کی پیش بندی کی جا سکے۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اكْتُبُوا لِي مَنْ تَلَفَّظَ بِالإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ۔

”جتنے لوگ بھی کلمہ اسلام پڑھتے ہیں ان کی مردم شماری کر کے میرے سامنے پیش کرو“

آگے حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک ہزار پانچ سو مردوں کے نام قلم بند کیے۔ پھر ہم نے (اپنے دل میں) کہا: ”کیا ہم اب بھی (کافروں سے) ڈریں، حالاں کہ ہم پندرہ سو کی تعداد میں ہیں۔“ [۷]

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے مدینہ جاتے ہی نوزائیدہ مملکت کے عوام کی مردم شماری کرائی تھی، تاکہ ریاست کے دفاع کے لیے اقدامات کرنے کے ساتھ دیگر انتظامی مسائل سے بھی نپٹنا آسان ہو۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ جب غزوات کے لیے نکلتے، یا کسی مہم کے لیے کوئی

لشکر روانہ کرتے تو اس کا بھی باقاعدہ ریکارڈ مرتب کیا جاتا، یعنی لشکر کی روانگی سے قبل شرکاء کے ناموں کے اندراج کیا جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں جنگ میں میرا نام لکھا گیا ہے، جب کہ میری بیوی حج پر جانے کے لیے تیار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''واپس جاؤ اور اپنی بیوی کے ہم راہ حج کرو۔'' ۸؎

دستور سازی اور قانون سازی

اسلامی ریاست میں عوام الناس کو نظم و ضبط کا پابند بنانے کا ایک اہم طریقہ قانون سازی اور دستور سازی بھی ہے۔ جس معاشرے میں نظم و ضبط قائم کرنا مقصود ہو اس کے مزاج اور ماحول کو سامنے رکھ کر قانون سازی کی جائے اور اس قانون کو نافذ کیا جائے تو معاشرہ میں نظم و ضبط پیدا ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں ہمیں تعلیماتِ نبوی سے بہترین رہ نمائی ملتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب مدینہ میں اسلامی ریاست قائم فرمائی تو آپؐ کو بہ طور سربراہِ ریاست نظم وضبط کے حوالے سے متعدد مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ چند اہم مسائل یہ تھے:

۱۔ اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعین۔
۲۔ شہر کے غیر مسلم عربوں اور خاص کر یہود سے سمجھوتہ۔
۳۔ شہر کی سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کا اہتمام۔
۴۔ مدینہ کے امن و امان کا تحفّظ۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپؐ نے مدینہ پہنچنے کے چند ماہ بعد ہی ایک دستاویز مرتب فرمائی، جسے 'میثاقِ مدینہ' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے 'میثاقِ مدینہ' کو شہری مملکت کا پہلا انتظامی دستور قرار دیا ہے۔ اس منشور میں رعایا اور عوام کے تمام حقوق و فرائض کا تعین کیا گیا تھا اور ساتھ ہی کمالِ تدبر سے اس وقت کی مدنی سیاست و معاشرت کی فوری ضروریات (مثلاً مسلمانوں اور دیگر

شہریوں کے درمیان تعلقات کا مسئلہ، قریش کی ناکہ بندی اور اور مدینہ کا دفاع وغیرہ) کا تسلّی بخش انتظام کیا گیا تھا۔[9]

اس دستور کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: پہلا حصہ مدینہ کے مسلمان شہریوں کے حقوق و فرائض اور ان کے اجتماعی نظم سے بحث کرتا ہے، جب کہ دوسرا حصہ یہود کے حوالے سے ہے۔ یہ پورا دستورا اگرچہ نظم و ضبط کے قیام سے متعلق ہے، تاہم اس کی چند شقیں بالخصوص قانونی و معاشرتی نظم و ضبط سے متعلق ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

(۱) مہاجرین، جو قریش میں سے ہیں، علیٰ حالہ دیتوں اور خون بہا وغیرہ کے معاملات میں اپنے قبیلہ کے طے شدہ رواج پر عمل کریں گے، اپنے قیدیوں کو مناسب فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے۔

(۲) یہ کہ تمام تقویٰ شعار مومنین متحد ہو کر ہر اس شخص کی مخالفت کریں گے جو سرکشی اختیار کرے، ظلم، گناہ اور تعدّی کے ہتھکنڈوں سے کام لے اور ایمان والوں کے درمیان فساد پھیلائے۔ ایسے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے، اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) کوئی مومن، کسی دوسرے مومن کو، کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔

(۴) اللہ کا ذمہ (اور پناہ سب کے لیے یکساں اور) ایک ہے۔ ادنیٰ ترین مسلمان بھی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔ اہل ایمان دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں باہم بھائی بھائی اور مدد گار و کارساز ہیں۔

(۵) یہود میں سے جو بھی ہمارا اتباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی۔ ان (یہود) پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی (دشمن) کی مدد کی جائے گی۔

(۶) جو شخص ناحق کسی مومن کا خون کرے گا اسے مقتول کے عوض (بہ طور

قصاص) قتل کیا جائے گا، الّا یہ کہ اس مقتول کا ولی اس کے عوض خون بہا لینے پر رضا مند ہو جائے اور تمام اہلِ ایمان قاتل کے خلاف رہیں گے۔

(۷) جب مسلمانوں میں کسی قسم کا تنازعہ ہو گا تو اسے اللہ اور (اس کے رسول) محمد ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

(۸) یہ کہ جب تک جنگ رہے، یہود اس وقت تک اہلِ ایمان کے ساتھ مل کر مصارف اٹھائیں گے۔

(۹) اور یہ کہ ان قبائل میں سے کوئی فرد حضرت محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گا۔ (اصل عبارت سے نکلنے کا مقصد واضح نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس سے فوجی کارروائی مراد لی ہے)۔

(۱۰) اس صحیفہ والوں کے لیے حدودِ یثرب (مدینہ) کا داخلی علاقہ (جوف) حرم کی حیثیت رکھے گا۔

(۱۱) یہ نوشتہ (جرم کے عواقب سے بچانے کے لیے) کسی ظالم یا مجرم کے آڑے نہ آئے گا۔ جو جنگ کے لیے نکلے (کسی اور جگہ نقل مکانی کرے) وہ بھی اور جو گھر (مدینہ) میں بیٹھا رہے (سکونت رکھے) وہ بھی امن کا حق دار ہو گا (اس پر کوئی مواخذہ نہیں)، البتہ اس سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جو ظلم یا جرم کے مرتکب ہوں۔ [۱۰]

ان شقوں کا بہ غور مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک معاشرتی امن اور نظم وضبط کی کس قدر اہمیت تھی۔ اس منشور کا بڑا حصہ ریاست کے نظم و ضبط سے متعلق تھا۔ عصر حاضر کی اسلامی ریاستوں کو اس سلسلے میں اس سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

قوانین کا یکساں نفاذ

اسلامی ریاست میں نظم و ضبط کے قیام کے لیے قوانین کا یکساں نفاذ بھی

بہت ضروری ہے۔ جب معاشرے میں طبقاتی تقسیم بڑھ جائے اور کچھ افراد یا ایک طبقہ خود کو قانون سے بالاتر سمجھنے لگے تو اس سے بدنظمی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے ڈسپلن کی پابندی کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات پر قوانین کا نفاذ یکساں کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ قانون کوئی بھی توڑے اسے سزا ضرور ملنی چاہیے۔ سیّدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے:

قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو قریش اس کے معاملے میں بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کون گفتگو کرے؟ طے پایا کہ صرف حضرت اسامہ بن زید ؓ، جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں، آپ سے اس کے متعلق بات کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں، چنانچہ حضرت اسامہ ؓ نے اس کے متعلق آپ سے سفارش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے اسامہ!) ''کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے متعلق سفارش کرتے ہو؟'' پھر آپ ؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں کو اس امر نے تباہ کیا کہ جب ان میں سے کوئی دولت منداور معزّز آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کم زور اور غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر (میری لختِ جگر) فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔''[۱۱]

حدود وتعزیرات کا نفاذ

اسلامی ریاست میں نظم وضبط کے قیام اور بدامنی کے انسداد کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ معاشرے میں حدود وتعزیرات کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔ حدود وتعزیرات بالعموم اور حدِّ حرابہ بالخصوص معاشرتی نظم وضبط اور ریاستی استحکام کا ذریعہ ہیں۔ حدود و تعزیرات کا نفاذ معاشرے میں امن اور نظم وضبط کے قیام کا ضامن ہے۔ اگر معاشرے میں سزاؤں کا مؤثر نظام نافذ نہ ہو تو مجرمانہ ذہنیت کے لوگوں کی دیدہ دلیری بڑھ جاتی ہے اور وہ معاشرتی امن کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں۔ حدود وتعزیرات ایسے ہی لوگوں کی

اصلاح کے لیے ہوتی ہیں۔ جو لوگ ریاست کے امن میں خلل ڈالتے ہیں اور فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں ان کی سرکوبی کے لیے اسلام نے 'حرابہ' کی حد مقرر فرمائی ہے۔ حرابہ ان بڑے بڑے جرائم میں سے ایک ہے جو زمین میں فتنہ و فساد کا باعث ہیں۔ اس کی وجہ سے ریاست عدم استحکام سے دوچار ہو جاتی ہے، لوگوں کا امن و سکون برباد ہو جاتا ہے، ان کی جان اور مال محفوظ نہیں رہتے، ریاست معاشی بدحالی اور معاشرتی بدامنی سے دوچار ہو کر انحطاط کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایسے شر پسند عناصر کے لیے سخت ترین سزا سنائی گئی ہے اور ان کے جرم کو نہ صرف ریاست، بلکہ خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی تعالیٰ ہے:

> اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (المائدۃ: ۳۳)
>
> ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلا وطن کر دیئے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے۔''

محاربین کے لیے اسلام نے قتل، پھانسی، ہاتھ پاؤں کاٹ پھینکنے یا جلا وطنی کی سزا مقرر کی ہے، تاکہ ریاست کو ایسے تمام شر پسند عناصر سے کلّی طور پر پاک صاف کر دیا جائے جو اسلام کے صالح نظام کے خلاف کسی سازش کا حصہ بنتے ہیں اور اسلامی ریاست کے نظام کو تہہ و بالا کرنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔ اگر ان کو ریاست کے استحکام کا خیال نہیں تو ریاست کی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنی بقا اور تحفظ کے لیے، ریاستی اداروں کے استحکام کے لیے، شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کے

لیے اور معاشرے میں نظم و ضبط قائم کرنے کے لیے ایسے افراد کو کیفر کردار تک پہنچائے ، کیوں کہ انہوں نے پوری ریاست کے نظام کو تلپٹ کرنے کی کوشش کی ہے، جو بہت بڑا جرم ہے۔

اختیارات اور ذمہ داریوں کی نچلی سطح پر منتقلی

اسلامی ریاست میں نظم و ضبط اور ڈسپلن پیدا کرنے کا ایک اہم طریقہ کار اختیارات اور ذمہ داریوں کی نچلی سطح تک منتقلی بھی ہے۔ کیوں کہ اگر ایک ہی فرد کے پاس بہت سے اختیارات اور ذمہ داریاں ہوں گی تو لوگوں کے مسائل حل ہونے میں تاخیر ہوگی ۔ اس سلسلے میں ہمیں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے رہ نمائی ملتی ہے۔ آپؐ محاصرۂ طائف کے بعد جعرانہ مقام پر مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو ہوازن کا وفد مسلمان ہوکر آ گیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے قیدی اور جانور واپس کردیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قیدیوں یا مال ومنال میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے قیدیوں کا انتخاب کیا۔ آپؐ نے اس معاملہ میں صحابۂ کرام سے مشورہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''جو اپنا حصہ ہبہ کرنا چاہے تو یہ بہت اچھی بات ہے، لیکن جو اپنا حصہ برقرار رکھنا چاہے، وہ فی الحال اسے واپس کردے، ہم آئندہ ملنے والی اولین غنیمت سے اس کا حصہ ادا کردیں گے۔'' لوگ کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول! ہم ان کے لیے اپنے حصہ ہبہ کرتے ہیں۔'' آپؐ نے فرمایا:

> إِنَّا لاَ نَدْرِی مَنْ أَذِنَ مِنْکُمْ فِی ذَلِکَ مِمَّنْ لَمْ یَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّی یَرْفَعَ إِلَیْنَا عُرَفَاؤُکُمْ أَمْرَکُمْ ۱۲؎
>
> ''اس طرح ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو پا رہا ہے کہ کس نے قیدیوں کو جانے کی اجازت دی اور کس نے نہیں دی؟ چنانچہ واپس جاؤ اور تمہارے سردار تمہارا معاملہ ہم تک پہنچائیں۔''

لوگ چلے گئے۔ ان کے سرداروں نے ان سے بات کی، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ واقعی سب لوگوں نے بہ خوشی اجازت

دے دی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی گروہ سے اس کی رائے معلوم کرنی ہو، اگر اس کے سارے لوگ ایک ہی دفعہ بولنے لگ جائیں تو بدنظمی پیدا ہوگی اور ہر ایک کی رائے معلوم نہ ہو سکے گی۔ اس کے لیے مناسب ہے کہ تھوڑی تھوڑی تعداد پر ایک ذمہ دار مقرر کیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو ریاست قائم فرمائی اس کی ابتدا بیعتِ عقبہ سے ہوگئی تھی۔ بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد آپؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ذمہ دار بنا کر مدینہ منورہ روانہ فرمادیا تھا۔ ان کے ذمہ تبلیغ کے ساتھ اجتماعی نظم کا قیام بھی تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس ضمن میں ایک روایت نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو باقاعدہ تحریری حکم نامہ بھیجا تھا کہ مدینہ میں جمعہ قائم کیا جائے۔[۱۳]

پھر جب بیعتِ عقبہ ثانیہ ہوئی تو آپؐ نے باقاعدہ طور پر بارہ سردار مقرر کروائے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب بیعت مکمل ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا: ’’اپنے میں سے بارہ نمائندے منتخب کرو، جو اپنی اپنی قوم کے ذمہ دار ہوں۔‘‘ چنانچہ انصار نے بارہ نمائندے منتخب کیے، جن میں سے نو خزرج کے تھے اور تین اوس کے۔[۱۴]

شعبہ جاتی تقسیم

اسلامی ریاست میں نظم وضبط کے قیام کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ذمہ داریوں اور اختیارات کو مختلف شعبہ جات میں تقسیم کیا جائے۔ اس طرح مسائل کی تکنیکی نوعیت کو سمجھنا اور انہیں حل کرنا آسان ہو جائے گا۔ عصر حاضر میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ مسائل کی نوعیت بہت زیادہ تکنیکی ہوگئی ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں عہد نبوی کی مدنی ریاست سے بہترین رہ نمائی ملتی ہے۔ اس میں بہت سے شعبہ جات تھے، جن کے

با قاعدہ ذمہ دار مقرر تھے، جو اپنے متعلقہ امور سر انجام دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں عبد الحی الکتانی نے اپنی کتاب 'التراتیب الاداریۃ' میں بہت اہم معلومات فراہم کی ہیں ۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی کی ریاستِ مدینہ میں جو اہم ترین شعبہ جات تھے ان میں سرفہرست صیغۂ خاص، صیغۂ توقیعات و فرامین، صیغۂ احتساب، صیغہ جات برائے امور داخلہ، صیغۂ تعلقاتِ خارجہ، صیغۂ مالیات، صیغہ ہائے عسکری، صیغۂ عدالت، صیغہ ہائے تعلیم و تربیت، خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ اور ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے بھی قابل ذکر معلومات فراہم کی ہیں۔ [۱۵]

میرٹ کا فروغ

اسلامی ریاست میں مناصب، ذمہ داریوں اور اختیارات کی تقسیم میں میرٹ کی بالادستی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اگر تقسیمِ مناصب میں میرٹ کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس سے معاشرہ بدنظمی کا شکار ہوجاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جن صحابہ کو مختلف مناصب عطا کیے ان کی صلاحیتوں کا تجزیہ کیا جائے تو بہت سے حقائق سامنے آتے ہیں۔ آپؐ جب کسی صحابی کو کسی محکمہ سے متعلق ذمہ داری تفویض کرتے تو عموماً اس صحابی میں وہ صلاحیت و قابلیت بہ درجۂ اتم موجود ہوتی تھی۔ ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے اس ضمن میں بہت عمدہ تجزیہ پیش کیا ہے۔ انھوں نے انتظامی افسران کے تقرّر کے حوالے سے دو بنیادی نکات ذکر کیے ہیں، جو آپؐ کے پیش نظر ہوتے تھے۔ پہلی شرط اسلام پر پختہ عقیدہ، جب کہ دوسرے درجہ میں انتظامی لیاقت، سیاسی تدبر، دنیاوی سوجھ بوجھ، معاملہ فہمی اور حالات و مواقع کی اہمیت وغیرہ ۔ نبی اکرم ﷺ اس حد تک میرٹ کو پیش نظر رکھتے تھے کہ آپؐ نے اس کی خلاف ورزی کو قیامت کی نشانی قرار دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ [۱۶]

"جب ذمہ داریاں نااہل لوگوں کے سپرد کی جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔"

مناصب اور ذمہ داریاں نااہل لوگوں کے سپرد ہونے سے اہل اور قابل افراد کا استحصال ہوتا ہے، جس سے معاشرے میں بدنظمی بڑھتی ہے۔ اہل افراد مناسب طریقے سے معاشرتی ترقی میں حصہ دار نہیں بن پاتے اور نااہل افراد کے پاس مطلوبہ صلاحیت نہیں ہوتی، جس سے معاملہ مزید بگڑ جاتا ہے، لہٰذا ریاست کے استحکام کے لیے ازبس ضروری ہے کہ میرٹ کو فروغ دیا جائے اور نااہل افراد میں مناصب کی تقسیم کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

نظامِ احتساب

اسلامی ریاست کے استحکام کا ایک ذریعہ احتساب کے مضبوط نظام کا قیام بھی ہے۔ نظامِ احتساب جس قدر مضبوط ہوگا معاشرتی نظم و ضبط بھی اسی قدر زیادہ ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے مدنی معاشرے میں احتساب کا بے مثال نظام وضع فرمایا تھا۔ آپؐ نے نظمِ مملکت کے سلسلہ میں جو شعبہ جات قائم کیے تھے، ان میں ایک اہم ترین شعبہ 'حسبہ' بھی تھا۔ اس کے تحت لوگوں کے عام اخلاق کی نگرانی و اصلاح، عمال کی نگرانی اور ان کا محاسبہ، نیز تجارتی بدعنوانیوں کا انسداد شامل ہے۔ اس صیغہ کی نگرانی براہ راست خود رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

معاملات اور اخلاقِ عامہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی متعدد فرو گزاشتوں پر مواخذہ فرمایا۔ تجارت اور لین دین کے متعلق آپؐ نے بہت سی اصلاحات جاری فرمائیں، جن پر سختی سے عمل درآمد ہوا۔ آپؐ نے بازار میں باقاعدہ افسران مقرر کیے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ بہ غرضِ معائنہ بازار تشریف لے گئے۔ ایک جگہ گندم کا ڈھیر نظر آیا۔ آپ نے دستِ مبارک اس کے اندر ڈالا تو کچھ نمی محسوس ہوئی۔ آپؐ نے دوکان دار سے جواب طلبی کی۔ اس نے یہ عذر پیش کیا کہ رات میں بارش سے غلہ بھیگ گیا تھا۔ آپؐ نے تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ اسے اوپر کیوں نہیں کرلیا؟ اس کے بعد فرمایا: ''جو شخص اس

طرح کی ہیرا پھیری یا دھوکہ بازی کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔''[۱۷]

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ بازار تشریف لے گئے تو کسی شخص کو ایک چیز تولتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

زِنْ وَأَرْجِحْ [۱۸]

''اچھی طرح اور جھکتا ہوا تولو۔''

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات صحابہ کرام کو بھی بہ غرض احتساب بازار کی طرف بھیجا کرتے تھے۔[۱۹] عبدالحی الکتانی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ بعض اوقات عورتیں بھی بازاروں میں کوڑا لے کر گھومتی ہیں اور لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتی اور برائی سے روکتی تھیں۔ اس ضمن میں انھوں نے سمرا بنت نہیک الاسدیہ کا نام ذکر کیا ہے۔[۲۰]

عہدِ رسالت میں عوام کے احتساب کے ساتھ گورنروں کے احتساب کی بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طرف بہ طور خاص توجہ مبذول فرمائی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عمال زکوۃ اور صدقہ وصول کر کے لاتے تو رسول کریم ﷺ بہ نفس نفیس جائزہ لیتے کہ اس کام میں کوئی غلط طریقہ تو اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب صدقہ وصول کر کے لائے اور کہا کہ مال کا یہ حصہ تو بیت المال کا ہے اور اس میں سے اتنا مجھے ملا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''گھر بیٹھے تمھیں یہ ہدیہ کیوں نہیں ملا؟'' اس کے بعد آپؐ نے ایک خطبہ دیا، جس میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔[۲۱]

حواشی و مراجع

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض، باب العبد راع فی مال سیدہ ۲۴۰۹: مسلم: ۱۸۲۹

۲۔ مسند احمد: حدیث نمبر ۲۳۱۴۵

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء: ۱۸۳۵

۴۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی: سترون۔۔۔: ۷۰۵۳